کھانا کھاتے کھلاتے گیارہ بجگئے تھے - جب ہم گانے کو بیٹھے ہین - ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا - اوسوقت وہ باغ جسمین بہت سا روپیہ صرف کر کے جنگل اور پہاڑ کی گھاٹیون کے نمونے بنائے گئے تھے - عجب وحشتناک سمان دکھا رہا تھا - ایک طرف چاند اوس عالیشان کوٹھی کے ایک گوشے سے تھوڑی دور پر گنجان درختون کی شاخون سے نظر آتا تھا - مگر اب ڈوبنے ہی کو تھا - تاریکی روشنی پر چھائی جاتی تھی - جس سے ہر چیز بھیانک معلوم ہونے لگی درخت جتنے اونچے تھے اوس سے کہین بڑے نظر آتے تھے - ہوا سن سن چل رہی تھی - سرو کے درخت سائین سائین کر رہے تھے - اور تو ہر طرف خموشی کا عالم تھا - مگر تالاب مین پانی کے گرنے کی آواز بلند ہو گئی تھی - کبھی کبھی کوئی پرندہ اپنے آشیانے مین چونک کر ایک ہانک بول دیتا تھا - یا شکاری جانورون کی ہول سے جو چڑیان اوڑتی تھین اوس سے پتے کھڑک جاتے تھے - یا کبھی کوئی مچھلی تالاب مین اوچھل پڑتی تھی - مینڈک اپنا بے تگا راگ گا رہے تھے - جھینگر تِس دے رہا تھا - سوائے اس چبوترے کے جہان دس بارہ جوان جوان عورتین رنگ رنگ کے لباس پہنے اور طرح طرح کے زیور سے آراستہ جلسہ جمائے بیٹھی تھین اور کوئی آس پاس نہ تھا - ہوا کے جھونکون سے کنول بجھ گئے تھے - صرف دو مردنگون کی روشنی تھی - اونکے بھی شیشے سبز یا نارون کا عکس جو تالاب کے پانی مین ہلکورے لے رہا - ہر طرف اندھیرا تھا - طلسمات کا عالم تھا - وقت اور مقام کی مناسبت سے مین نے سوہنی کی ایک چیز شروع کر دی - اس راگنی کے بھیانک سُرون نے دلون پر اپنا پورا اثر کیا تھا - سب مبہوت بیٹھے تھے -

خوف کے مارے باغ کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا - خصوصاً گنجان درختون کے نیچے اندھیرا گھپ تھا - سب ایک دوسری کی صورتون کو دیکھ رہے تھے - گویا وہ جلسہ امن کی جگہہ تھی - اور جدھر نگاہ اوٹھا کے دیکھو ایک ہُو کا عالم تھا - اورون کا کیا ذکر خود میرا کلیجہ دھڑک رہا تھا - دل ہی دل مین کہتی تھی - بیگم نے سچ کہا تھا - بیشک یہ جگہہ رہنے کے لائق نہین ہے - اس اثنا مین گیدڑون کے بولنے کی آواز آئی - اوسنے اور بھی دلون کو دہلا دیا - اسکے بعد کتے بھونکنے لگے - اب تو مارے دہشت کے یہ حال تھا کہ کسی کے منہ سے بات نہین نکلتی تھی - اتنے مین بیگم نے گاؤ تکیے سے ایک ذرا اونچی ہو کے اپنے سامنے کچھ دیکھا - اور زور سے ایک چیخ مار کے مسند پر گر پڑین - اور سب عورتین بھی اوسی طرف دیکھنے لگین - مین بھی ڈر کے

دیکھنے لگی۔ بگیصاحب کو مین سمجھ چکی تھی کہ وہمی ہین۔ مگر اب جو دیکھتی ہون تو اون کے وہم کی حقیقت نظر آنے لگی۔ سامنے سے دس پندرہ آدمی مُنہ پر ڈھانٹے باندھے۔ ننگی تلوارین ہاتھ مین۔ دوڑتے چلے آتے ہین۔ عورتون کے چلّانے سے بگم کے نوکر۔ چاکر۔ خدمتگار۔ پاسی سب اسی طرف کو چلے کوئی نہتا کسی کے ہاتھ مین لاٹھی۔ مگر ڈاکو زیادہ تھے اور یہان آدمی کم تھے۔ کئی تو رستے ہی سے فرار ہو گئے۔ پانچ چار آدمی چبوترے تک پھونچ ہی گئے۔ اِنھون نے آکے عورتون کو بیچ مین کر لیا۔ اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو کے کھڑے ہو گئے۔ عورتون مین سے کسی کو ہوش نہ تھا۔ سب غش کی حالت مین بیدم پڑی تھین۔ ایک مین خدا جانے کیا پتھر کا دل تھا کہ بیٹھی رہی۔ مارے ہول کے دم نکلا جاتا تھا۔ یا اللہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

بگم کے آدمیون مین سے جن کے پاس حربے تھے۔ وہ آگے بڑھنے ہی کو تھے کہ سرفراز نامے ایک سپاہی نے روکا۔

سرفراز۔ (اپنے ساتھیون سے) ٹھہرو۔ ابھی جلدی نہ کرو۔ پہلے ہمین اِن لوگون کا عندیہ معلوم کر لینے دو (ڈاکوون سے) تم لوگ کس ارادے سے آئے ہو۔

ایک ڈاکو۔ جس ارادے سے آئے ہین۔ تمھین ابھی معلوم ہو جائے گا۔

سرفراز۔ وہی تو مین توپوچھتا ہون۔ جان کے خواہان ہو یا مال کے؟۔

دوسرا ڈاکو۔ ہمین جان سے کوئی غرض نہین کوئی باپ مارے کا بَیر ہے۔ ہان جس ارادے سے آئے ہین اوسمین تم مزاحم ہو کے تو دیکھا جائے گا۔

سرفراز۔ (کسی قدر سخت ہو کے) تو کیا بہو بیٹیون کی آبرو لوگے۔ اگر یہ قصد ہو۔۔۔۔"

سرفراز پوری بات ختم بھی نہ کرنے پایا تھا۔ کسی نے ڈاکوؤن کی طرف سے کہا۔

کوئی ڈاکو۔ نا صاحب۔ کسی کی بہو بیٹیون سے کیا واسطہ۔ کیا ہمارے بہو بیٹیان نہین ہین۔ عورتون کے کوئی ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اس آواز پر مجھے کچھ شبہہ سا ہوا۔

سرفراز۔ (خوش ہو کے) تو پھر یہی تو مین پوچھتا ہون۔ اچھا تو بھائیو ہم ابھی تمھین کوٹھی کے کمرون کی کنجیان منگائے دیتے ہین۔ اور جو عورتین وہان ہین اونکو یہان بلوائے لیتے ہین۔ گھر کی مالک بگم یہین موجود ہین۔ تم شوق سے کوٹھی مین جاؤ۔ جو جی چاہے سو اوٹھا لیجاؤ۔ رہا عورتون کا زیور۔ وہ بھی ہم اوتروائے دیتے ہین۔ ہمارا

مالک کچھ اِس سے غریب نہ ہو جائے گا۔ خدا کے حکم سے لاکھون روپیہ بنک گھر مین جمع ہے۔ علاقے سے جو روپیہ آتا ہے اوسکا ذکر نہین۔

ڈاکو۔ اِس سے بہتر کیا ہے۔ مگر دیکھو اسمین کچھ دغا نہ ہو۔

سرفراز۔ سپاہی کے پوت دغا نہین دیتے۔ خاطر جمع رکھو۔

وہی ڈاکو جسکی آواز مین نے پہچانی تھی۔ آگے بڑھا۔ واہ کیا کہنا۔ مردون کا قول ہی تو ہے۔ اچھا تو کنجیان ــــــ "

اتنا کہا تھا کہ میرے اوسکے نگاہین چار ہوئین۔ مین نے پہچان تو لیا۔ بولنے کا قصد کیا۔ مگر دل مین ایسی دہشت سمائی ہوئی تھی کہ مُنہ سے آواز نہ نکلتی تھی کہ اِتنے مین خود اُسنے آگے بڑھکے۔

" بھابھی تم یہان کہان ؟۔

مین۔ جب سے تمھارے بھائی قید ہو گئے یہین ہون۔

فضل علی۔ یہان کِسکے پاس۔

مین۔ رہتی تو شہر مین ہون۔ مگر یہان میری ایک بہن بیگمصاحب کے پاس نوکر ہین۔ اُنسے مِلنے آئی تھی۔

فضل علی۔ تمھاری بہن کہان ہین ؟۔

مین۔ یہین ہین۔ جب سے تم لوگون کے آنے کا ہنگامہ ہوا۔ بیچاری غش مین پڑی ہین۔ میری طرح تو ہین نہین۔ بیچاری پردہ نشین ہین ؟۔

فضل علی۔ پردہ نشین ہین ؟۔

مین۔ جوانی مین رانڈ ہوئین۔ جب سے امیر رئیسون کی نوکریان کرتی پھرتی ہین۔

فضل علی (اپنے ساتھیون سے) یہان سے ایک پیسے کی چیز لینا میرے نزدیک تو حرام ہے۔ اور نہ اِس معاملے مین تمھارے ساتھ ہون۔

ایک ڈاکو۔ یہ کیا۔ پھر آئے کیون تھے ؟۔

فضل علی۔ جس ارادے سے آئے تھے تمھین معلوم ہے۔ مگر کسی کا کچھ خیال بھی ہے مجھسے تو نہین ہو سکتا کہ فیضو بھائی کی آشنا اور اوسکی بہن کا اسباب لوٹون۔ یا جس سرکار سے اِن لوگون کا توسل ہو۔ وہان دست درازی کرون۔ اگر وہ قید مین سُنے گا تو

کیا کہے گا۔؟

اِس بات پر ڈاکوون کے آپسمین بہت جھگڑا ہونے لگا۔ مگر سب فضل علی کا دباؤ مانتے تھے کوئی دم نہ مار سکتا تھا۔ پھر بھی خالی ہاتھ پھر جانا کچھ ایسی سہل بات نہ تھی۔ سب ڈاکو غل مچاتے تھے۔ خاتون مرتے ہین۔ کرین تو کیا کرین۔ ایک موقع ملا بھی تو اوسے خانصاحب چھوڑے دیتے ہین۔ آخر پیٹ کہان سے پالین۔

جب فضل علی اپنے گروہ سے نکل کے الگ کھڑے ہوے اون کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور شخص سیاہ فام سایہ کہتا ہوا نکلا۔

وہ شخص۔ خانصاحب مین بھی تمہارے ساتھ ہون۔ غور سے جو دیکھتی ہون۔ معلوم ہوا کہ فیض علی کا سائیس ہے۔ مین نے اوسے پاس بُلایا علحدہ لیجا کے باتین کین۔ وہ اشرفی اور روپیے جو بیگمصاحب نے انعام مین دیے تھے چپکے سے اوسے دیدیے۔

فضل علی۔ (سرفراز خان سے) بھائی مین تمھارے ساتھ ہون۔ اب تم جانو اور یہ لوگ۔

سرفراز۔ مین اِن لوگون کو ابھی راضی کیے دیتا ہون۔ مگر یہان سے چلو۔ عورتین پریشان ہو رہی ہین۔ سرکار غش مین پڑی ہین۔ زرا اونکو ہوش مین آنے دو۔ ہم تم لوگون کو خوش کر دین گے۔

ڈاکو وہان سے چلے گئے۔ بیگم صاحب ابھی تک بیہوش پڑی تھین۔ دانت بیٹھ گئے تھے۔ مین تالاب سے ہاتھ مین پانی لائی۔ اونکے مُنہ پر چھینٹے دیے۔ بڑی مشکل سے ہوش مین آئین۔ مین نے کہا۔ سنبھل کے بیٹھیے۔ خدا کے صدقے سے وہ آفت ٹل گئی۔ خاطر جمع رکھیے۔ اور عورتون کو بھی پانی چھڑک چھڑک کے اوٹھایا۔ سب اوٹھ اوٹھ کے بیٹھین۔ جب اطمینان ہو گیا۔ تو مین نے کل واقعہ بیان کیا۔ بیگم صاحب بہت ہی خوش ہوئین۔

سرفراز خان کو بلوا بھیجا۔

سرفراز۔ سرکار کچھ دیدیجیے۔ بغیر اِسکے کام نہ چلے گا۔ اِس وقت نامراد جان یہان سوتین نہ یہ آفت ٹلتی۔

بیگم۔ کسی نہ کسی وقت کی محبت کام ہی آجاتی ہے۔

مین۔ (مین نے اِس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اِس لیے کہ مین سمجھ گئی کہ اسوقت گھبراہٹ

مین یہ راز کی بات اِن کے مُنہ سے نکل گئی ہے۔ اِس موقع پر ایسی باتون کا اظہار اُنکی شان کے خلاف ہے) جی نہین۔ مین نے کیا کیا۔ یہ بھی اتفاق تھا۔

مختصر یہ کہ بیگم صاحب نے صندوقچہ منگایا۔ پان سونقد اور پان پان سو کا سونے چاندی کا زیور دے کے اونھین ٹالا۔ سب کی جان مین جان آئی۔ بیگم کا اوسوقت کا کہنا مجھے آج تک یاد ہے!

بیگم۔ کیون امراؤ جان باغ مین رہنے کا مزا دیکھا؟

مین۔ حضور سچ کہتی تھین۔

اب صبح کے تین بج گئے تھے۔ ہم سب لوگ اوٹھ اوٹھ کے کوٹھی مین گئے۔ اِن لوگون کے ساتھ مین بھی اوٹھی۔ کوٹھی کے برآمدے مین ایک پلنگ میرے لیے بچھوا دیا گیا۔ نیند کیسے آتی ہے۔ رات بھر جاگ رہی۔ صبح ہوتے سب سو رہے۔ میری آنکھ بھی لگ گئی تھی۔ ابھی نیند بھر کے سونے نہ پائی تھی کہ میرے خدمتگار سواری لے کے آگئے مجھے جگوایا۔ مین آنکھین ملتی ہوئی باہر گئی۔

خدمتگار۔ آپ تو خوب یہان آئین۔ رات بھر ہم لوگ راہ دیکھا کیے۔

مین۔ کیونکر آتی۔ سواری کو تو رخصت کر دیا تھا۔

خدمتگار۔ اچھا تو اب چلیے۔ لکھنؤ سے لوگ آپ کے پاس آئے ہین۔

مین سمجھ گئی ہون نہون بوا حسینی اور گوہر مرزا ہون گے۔ آخر پتا لگا لیا نہ۔

مین۔ اچھا چلتی ہون۔ سواری لائے ہو۔ خدمتگار۔ حاضر ہے۔

جب مین نے جانے کا قصد کیا دو ایک عورتین اور جاگ چکی تھین۔ مجکو روکا۔ کہ بیگم صاحب سے مل کے جایئے گا۔ مین نے کہا۔ اِسوقت کام ہے۔ بیگم صاحب خدا جانے کب سو کے اوٹھینگی۔ ایسا ہی ہے تو پھر آؤنگی۔

عورتین۔ بھلا اب کیا آؤگی؟

گھر آکے جو دیکھتی ہون۔ بوا حسینی اور میان گوہر مرزا بیٹھے ہوئے ہین۔ بوا حسینی میرے گلے سے لپٹ گئین۔ رونے لگین۔ مین بھی رونے لگی۔

بوا حسینی۔ اللہ بیٹی کیا سخت دل کر لیا تھین کسی کی محبت ہی نہین۔

مین - بجاے خود شرمندہ تھی - جواب کیا دیتی - جھوٹ موٹ رونے لگی -
معمولی گفتگو کے بعد بوا حسینی نے اوسی دن لکھنؤ چلنے کا ارادہ کر دیا - مین نے لاکھ اصرار کیا کہ ٹھہر جاؤ - اونھون نے نہ مانا - زیادہ عجلت کی یہ وجہ تھی کہ مولوی صاحب بیمار تھے - بوا حسینی کو دم بھر کہین کا ٹھہرنا شاق تھا - ایسی ہی میری محبت تھی جو چلی آئی تھین - وہ دن کانپور سے اسباب وغیرہ کے خریدنے اور مکان کے کرائے اور نوکر چاکرون کے حساب کرنے مین تمام ہوا - پوری شکرم کرایہ کر لی تھی - ضروری اسباب اوسپر لاد لیا - اور فضول سامان نوکرون کو دے دیا - دوسرے دن لکھنؤ پہونچ گئی - پھر وہی آب و دانہ ہے - وہی مکان - وہی کمرہ - وہی آدمی -

وحشتِ جنون کی سیر مین بہلا ہوا تھا دل
زندان مین لائے پھر مجھے احباب گھیر کے

دیکھیے پہونچے کہان تک سوزشِ دل کا اثر
صرصرِ وحشت کا یہ شعلہ ہے بھڑکایا ہوا

نواب ملکہ کشور کی سرکار مین سوز خوانی کا سلسلہ انتزاع سلطنت کے زمانے تک رہا - اسی اثنا مین شاہزادہ مرزا سکندر حشمت عرف جرنیل صاحب کے مجرایون مین میرا بھی اسم ہو گیا تھا - جناب عالیہ اور جرنیل صاحب کلکتہ کو چلے گئے وہ تعلق منقطع ہو گیا -
جس زمانے مین باغی فوج نے مرزا برجیس قدر کو مسندِ ریاست پر بٹھایا - مین بلحاظ قدامت اور اسوجہ سے بھی کہ میرا نام شاہی محلات مین اکثر کی زبان پر تھا - مبارکباد دینے کے لیے طلب ہوئی - شہر مین اک اندھیر تھا - آج اسکا گھر لٹا - کل وہ گرفتار ہوا - پرسون اوسکے گولی لگی - چارون طرف قیامت کا سامان نظر آتا تھا - سید قطب الدین نامے اک صاحب افسرانِ فوج مین تھے - اونکا تعین درِ دولت پر تھا - میرے حال پر بہت عنایت کرتے تھے - اسلیے اکثر وہین رہنا پڑتا تھا - مجرے کے لیے بھی وقت بیوقت طلبی ہو جاتی تھی -
اس چند روزہ حکومت کے زمانے مین برجیس قدر کے گیارھوین سال کی سالگرہ کا جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوا - اس جلسے مین کشمیریون نے یہ غزل گائی تھی -